کتابچہ
نمبر 16

عظمت سادات

اہلبیت کرام کے ساتھ

علیہ السلام کہنے/لکھنے کا مسئلہ

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

مُرتّب :آغا سید محمد شاہ چشتی

نظر ثانی : مفتی سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب دامت برکاتہ

پیشکش : سید الطاف حسین شاہ چشتی دوپاسی
(چیر مین تحریک اتحاد بین السادات پاکستان)

https://www.youtube.com/@Haq.Dopasi
haq.dopasi.786@gmail.com
Contact No 0301-2115588
0311-2115588

تحریکِ اتحاد بین السادات پاکستان

اللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ

''اے اللہ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں''

اہل بیت کرام کے ساتھ

''علیہ السلام''

کہنے/لکھنے کا مسئلہ

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبۃ باب العلم

جامعۃ علی المرتضیٰؓ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اہل بیت کرام کے ساتھ علیہ السلام "کہنے لکھنے کا مسئلہ" نامی کتابچہ جامعہ علوم اسلامیہ کے محقق ودانشور محترم مولانا قاری ظہور احمد فیضی کا تحریر کردہ حاضر خدمت ہے جس میں اُنھوں نے مظبوط دلائل سے ان ہستیوں پر علیہ صلواۃ وسلام کہنے کا جواز پیش کیا ہے۔ بخاری شریف، مسلم شریف ودیگر صحاح ستہ کے محدثین نے سینکڑوں مقامات پر اہلبیت کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ سلام لکھا ہے۔ محدثین نے اپنے مجامع میں باقاعدہ اہلبیت کے عنوان سے ابواب قائم کیئے ہیں۔ جیسا کہ بابِ مناقب فاطمہ علیھا سلام، باب مناقب علی علیہ سلام اوراِسی طرح حسنین کریمین کے عنوان سے بھی ابواب باندھے ہیں۔ اسی طرح ہمارے دیگر محدثین ہزاروں جگہوں پر آل رسول ﷺ کے لیے علیہ سلام کا استعمال کیا ہے۔ ہمیشہ آل رسول ﷺ کو صحابہ سے الگ ممتاز مقام دیا ہے۔

احادیث کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانے اور بعد میں بھی صحابہ کرام آلِ رسول ﷺ (واٰلِہ) اہلبیت کو یابن رسولؐ اللہ یعنی فرزندِ رسول کہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اور انہیں ایک خاص مقام وحیثیت اور پروٹوکول دیا جاتا تھا۔ سینکڑوں حدیثیں اِس بات کی شاہد ہیں۔ کہ مقتدر صحابہ ان کا تقرب حاصل کرنا اپنے لئے باعثِ فخر ونجات تصور کرتے تھے۔ اوران کی گردِ خاک کو اپنے چہروں پر ملتے تھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اہلبیت اجزائے وجودِ رسالت ہیں متعدد جگہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بضعت منی "میرے جگر کا ٹکڑا" کہا کہیں کہا" اللّٰھُمَّ إِنَّھُمْ مِنّی وَأَنَا مِنْھُمْ اے اللہ ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں" کہیں فرمایا، لَحْمُكَ لَحْمِی ،وَ دَمُكَ دَمِی" ان کا گوشت میرا گوشت اور انکا خون میرا خون ہے"۔ أَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ ،"ان سے صلح مجھ سے صلح اِن سے جنگ مجھ سے جنگ ہے"۔

ان سے محبت ومودت کرنا قرآن میں ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے۔ انہیں آیت تطہیر میں طیب وطاہر قرار دیا گیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی آیت نازل ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا مجھ پر دم کٹی (نامکمل) درود مت بھیجنا۔ یعنی صرف "صلے اللہ علیہ وسلم" نہیں کہنا۔ بلکہ اس میں میری آل کو شامل کرنا۔ اسی کو درود ابراھیمی کہا جاتا ہے۔ اور مسلمان کی نماز اُس وقت تک مقبول نہیں ہوتی جب تک آپ ﷺ پر درود ابراھیمی نہ پڑھا جائے۔ انہیں قرآن کا ساتھی اور ہم پلہ قرار دیتے ہوئے صحابہ کرام کو نصیحت کی کہ میرے بعد گمراہی سے بچنے کا واحد طریقہ قرآن واہلبیت علیہم السلام کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا یہ کبھی آپس میں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے آکر ملیں گے۔

آنحضرت ﷺ کی اتنی تاکید کے باوجود اسلام کے ساتھ بدقسمتی یہ رہی کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ بند ہوتے ہی آلِ رسولؐ کے جانی دشمن بنی امیہ جو ان سے سے بغض و دشمنی رکھتے تھے جلد مسندِ خلافت پر قابض ہوگئے۔ جنھوں نے انہیں ان کے مقام و مرتبہ سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان پر محراب و ممبر سے سب و شتم شروع کرایا۔ انہیں قید و بند سے دوچار کیا۔ اور کربلا کے قتل عام کے بعد بھی مسلسل ان پر جور و ستم جاری رکھا۔

ان حکمرانوں کا سختی سے حکم تھا۔ کہ کوئی شخص علی و فاطمہ نام نہ رکھے اگر کوئی رکھتا تھا تو اس بچے کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اموی دور میں کسی بچے کا نام "علی" رکھنا مشکل تھا۔ وہ علی بن رباح کی سوانح میں حضرت ابو عبد الرحمن مقری سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا:

كانت بنو اميه إذا سمعو بمولودٍ اسمُهُ عَلِيٌّ قتلوه فَبَلَغَ ذالِكَ رَبَاحًا فقالَ هُوَعَلِيٌّ

"بنو امیہ جب کسی مولود کے بارے میں سنتے کہ اس کا نام "علی" ہے تو اُسے قتل کر دیتے تھے۔ حضرت رباح کو یہ بات پہنچی تو اُنھوں نے کہا اِس کا نام عُلَیّ ہے۔"

(سیر اعلام النبلا جلد ۷ صفحہ ۴۱۳ جلد ۵ صفحہ ۱۰۲ تذھیب تہذیب، الکمال علامہ ذہبی جلد ۶ صفحہ ۴۵۶، تاریخ دمشق جلد ۴۱ صفحہ ۴۸۱، تھذیب الکمال التھذیب جلد ۴ صفحہ ۵۹۶، تذھیب الکمال للمزی جلد ۲۰ صفحہ ۴۲۹)

حجاج بن یوسف کے دربار میں ایک کیس کے سلسلے میں دو مدعیان پیش ہوئے۔ ایک مدعی کہتا ہے کہ یا امیر ہم بڑے با فضیلت ہیں۔ حجاج پوچھتا ہے۔ کہ تمھیں کیا فضیلت حاصل ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہمارے خاندان میں آج تک کسی مرد عورت کا نام علی یا فاطمہ پر نہیں رکھا گیا۔ حجاج نے اسکی فضیلت قبول کر لی۔

سب سے بڑا ستم یہ رہا کہ انہوں نے اپنی حکومتی زور پر آلِ رسولؐ کے خلاف اور بنی امیہ کے حق میں حدیثیں گڑوائیں۔ جب یہ لاکھوں کی تعداد میں ہوگئیں تو امیر شام نے حکم دیا کہ اب جو حدیثیں آلِ رسولؐ کے حوالے سے مشہور ہیں بلکل اس سے ملتی جلتی حدیثیں اصحاب کے حق میں گڑوائی جائیں۔ اِس سے لوگ confuse ہو جائیں گے۔ اور اہلبیت کے مقابلے میں ہم صحابہ کو لے آئیں گے اور انہوں نے اپنے پروپیگنڈہ ذرائع سے ان حدیثوں کی بہت زیادہ ترویج کی۔ اور ہر مکتب، مسجد و مدرسہ میں عورتوں بچوں کو زبانی یاد کروائیں گئیں کچھ عرصے بعد لوگ اسے دین کا حصہ سمجھنے لگے۔ اور اسکی حفاظت اپنا دینی فریضہ سمجھ کر کرنے لگے۔

عبد الملک کے زمانے میں ایام حج کے دوران مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مولانا نے قافلے کو روک کر کہا کہ مجھ سے ایک سنت چھُوٹ گئی اور پھر حضرت علیؑ پر سب و شتم جاری کیا پوچھنے پر بتایا کریں یہ سنت گزشتہ جمعہ ادا کرنے سے بھول گیا تھا۔

صدیوں کے اس پروپیگنڈے کا اثر یہ ہوا کہ کچھ عرصے بعد لوگ اہلیت سے دور ہوتے چلے گئے یہ اور بادشاہوں کو ہی دین کا اصل وارث سمجھنے لگے۔ اسکے باوجود اس وقت جو فضائل اہلبیت ملتے ہیں۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ اور اس میں اُن بزرگ اور بہادر محدثین کی بے پناہ جرات شامل ہے کہ اُنھوں نے اُن حالات میں بھی اہلبیت کے فضائل کا دفاع کیا۔

موجودہ دور میں یزیدی ٹولہ آلِ رسولؐ کے خلاف بڑی شدت سے سرگرم عمل ہے اور اس ٹولے کے پشت پر عالمی شیطانی طاقتیں ہیں۔ جو دیدہ ودانستہ آلِ رسول کا مقام گرانے کی کوشش کررہے ہیں۔ اُن کے فضائل میں شائع شدہ کتابوں کو دوبارہ شائع نہیں ہونے دیا جاتا ہے۔ اور اُن کے پرانے ایڈیشن غائب کر دئے جاتے ہیں یا ان میں سے اہم مواد نکال دیا جاتا ہے اور ترجمہ کرنے پر انتہائی بددیانتی کی جاتی ہے امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین "علیہ سلام" لکھتے ہیں۔ اور یہ مترجمین علیہ سلام کا ترجمہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ اور امام بخاری رسولؐ اللہ کو مشورہ دے رہے ہوتے ہیں کہ آپ اپنا عقیدہ درست کریں۔ انہیں "علیہ سلام" کی بجائے "رضی اللہ عنہ" لکھیں۔

اگر آپ بخاری، مسلم اور صحاح ستہ کے مصر، بیروت اور ریاض کے ایڈیشن دیکھیں گے اور اپنے ہاں چھپنے والے ایڈیشن کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اپنے ہاں چھپنے والے ایڈیشن کی طباعت میں بہت سی اہم چیزیں نکال دی جاتی ہیں۔ خصائص نسائی ایڈیشن چھاپنے کیلئے کوشش کرنے والے دوستوں نے بتایا کہ باقاعدہ انہیں زبردستی روکا گیا کہ اس قسم کی کتابیں مارکیٹ میں نہیں آنی چاہیے۔ احیائے المیت حافظ سیوطی کی کتاب کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا گیا۔ مدارس کے سیلبس سے اہلبیت کا ذکر نکال دیا گیا۔ اور سادات کے دشمن بنوامیہ کہ جنھوں نے آلِ رسولؐ کی بے حرمتی کی اُن کا قتل عام کرایا۔ نبی زادیوں کو کوفہ و شام کے بازاروں درباروں میں بے مقنع و چادر پھرایا۔ اُنہی سادات کے دشمن بنوامیہ کی تعریف و ستائش محراب و ممبروں سے کی جارہی ہے. اگر کسی مسجد و ممبر سے آلِ رسولؐ کا ذکر چھیڑا جائے تو فوراً پیٹ میں مڑوڑ اٹھنا شروع ہو جاتی ہے اور ذکرِ آلِ رسولؐ سے شرکاء کی توجہ ہٹانے کے لیے گفتگو کو بیلنس کرنے کے لیے دیگر لوگوں کا ذکر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ مولانا طارق جمیل یا مولانا ظہور احمد فیضی صاحبان جب فضائلِ اہلبیت چھپانے پر احتجاج اور ان کی ترویج و اشاعت کی بات کرتے ہیں تو انھیں اپنے حلقوں میں شدید دباؤ، بائیکاٹ اور تہدید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ان حالات میں سادات کو علمی و فکری شعور دینے کی جو کوشش کی جارہی ہے امید ہے کہ یہ کوشش آنحضرت ﷺ اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیھا کے دربار میں مقبول ہو گی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا اسماءِ اہلِ بیت کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنا شیعی شعار ہے؟

ہم اہل سنت کے ہاں بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ اہل بیت عظام کے اسماء کے ساتھ ایسے الفاظ کا استعمال کرنا شیعیت ہے، راقم الحروف کے لاشعور میں بھی یہی عامیانہ تصور تھا لیکن جب کتب اہل سنت میں یہ الفاظ بکثرت میرے سامنے آئے تو میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ الفاظ شیعی شعار یا شیعی اصطلاح نہیں۔ لہذا اب میں پہلے آپ کے سامنے کتب اہل سنت میں سے چند کتابوں کے ایسے مقامات پیش کرتا ہوں جہاں اہل بیت کے اسماء مبارکہ کے ساتھ (رضی اللہ) کی بجائے "علیہ السلام" وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں، اور بعد میں ان کے جواز اور عدم جواز پر مختصر گفتگو کروں گا۔ ان شاءاللہ تعالی۔

کتب صحاح میں "علیہ السلام" کے الفاظ

بخاری شریف میں یہ الفاظ اہل بیت کی ذوات مقدسہ کے ساتھ کس کس مقام پر آئے ہیں، اس کا ہم نے احاطہ نہیں کیا ہے البتہ جو مقامات دوران مطالعہ میرے سامنے آتے رہے اور میں انہیں قلم بند کرتا رہا اُن کی تفصیل یہ ہے:

سیدتنا فاطمۃ الزہراء کے نام مبارک کے ساتھ "علیھا السلام" کے الفاظ

بخاری کے متن میں درج ذیل احادیث میں ہمارے سامنے آئے:

(بخاری حدیث: ۲۹۱۱، ۳۰۹۲، ۳۷۱۱، ۴۰۳۵، ۴۲۴۰، ۴۰۷۵، ۵۲۴۸)

ایک مقام پر بخاری میں ہے کہ: إِنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ.

"بیشک سیدہ فاطمہ اور حضرت عباس علیھما السلام حضرت ابو بکرؓ کے ہاں تشریف لائے"۔

(بخاری حدیث نمبر ۶۷۲۵)

بخاری شریف میں ایک باب کا عنوان یوں ہے:

بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السلام بنتِ النبی ﷺ.

"رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے فضائل اور سیدہ فاطمہ علیھا السلام بنت نبی ﷺ کے مناقب کا باب"۔

(بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی، باب ۱۲/۱۴، صفحہ۔ ۵۰۶، مکتبہ الرشد، الریاض؛ فتح الباری، جلد ۷، صفحہ۔ ۴۴۲)

غور فرمایئے! امام بخاری نے نبی کریمؐ کے لیے ﷺ لکھنے کے بعد پھر سیدہ کائنات سلام اللہ علیھا کے لیے مستقل "علیھا السلام" لکھا ہے۔ امام موصوف نے دو چار صفحات آگے چل کر پھر یوں باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلامُ .

(بخاری: کتاب فضائل أصحاب النبي، باب ۵۹/۲۹ صفحہ ۵۱۱)

ایک اور مقام پر بخاری میں ابو جحیفہ ؓ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِي عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُشْبِهُهُ.

میں نے نبی کریم میم کی زیارت کی تھی، سیدنا امام حسن بن علی علیھما السلام آپ کے مشابہ تھے۔

(بخاری: کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ ۲۳/۲۳ صفحہ ۴۸۳ حدیث نمبر ۳۵۴۴)

نیز بخاری شریف میں ہے:

أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ شَكَتْ مَا تَلْقَى مِنْ أَثَرِ الرَّحَا.

"سیدہ فاطمہ علیھا السلام نے چکی چلانے کے اثر کی تکلیف اٹھائی"۔

(بخاری: کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب علی بن أبی طالب القرشی الھاشمی، أبی الحسنؓ ۳۸/۹ صفحہ ۵۰۵ حدیث ۳۷۰۵)

نوٹ :

بخاری شریف میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور دوسرے اہل بیت کرام کے لیے "علیہ السلام، علیھا السلام" کے الفاظ کا استعمال بکثرت ہے، اس پر بعض حوالہ جات آئندہ سطور میں بھی آئیں گے، اور اس موضوع پر راقم الحروف کے ایک اہل حدیث دوست نے فقط بخاری شریف سے مستقل ایک رسالہ لکھا ہے، اُس کا تعارف بھی عنقریب پیش کیا جائے گا۔

صحیح مسلم میں ہے:

بَابُ فَضَائِلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ النَّبِيّ عَلَيْهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ . فاطمة بنت نبی علیھا الصلاۃ والسلام کے فضائل کا باب۔

مسلم: کتاب فضائل صحابہ، باب ۱۵، ص۔ ۱۱۴۵، و مع شرح۔

(النووی جلد ۱۶ صفحہ ۲۲۱، ۴۵۰ ؛ إکمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عیاض جلد صفحہ ۲۷۴ إکمال إکمال المُعلم للأبی والسنوسی جلد ۸ صفحہ ۳۲۱)

جامع ترمذی میں ہے:

بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

(جامع الترمذی بتحقیق أحمد شاکر، کتاب المناقب، باب ۳۱، جلد ۵، صفحہ ۶۵۶ عارضۃ الأحوذی جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۱، وط: جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۷)

پھر حدیث کے متن میں ہے:

فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَى وَرِكَيْهِ.

"توامام حسن وحسین علیہما السلام آپ ﷺ کے بازووں پر تھے۔"

إِذَا جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ.

"حسنین کریمین علیہما السلام تشریف لائے توانہوں نے سرخ قمیص پہن رکھے تھے"۔

(جامع الترمذی صفحہ ۸۵۶ حدیث ۳۷۶۹، صفحہ ۸۵۷ حدیث ۳۷۷۴، دار السلام، الریاض؛ وط: بتحقیق أحمد شاکر جلد ۵ صفحہ ۶۵۶ حدیث ۳۷۶۹ وصفحہ ۶۵۸ حدیث ۳۷۷۴؛ عارضۃ الأحوذی جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴، وط: جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۹، ۱۰۸؛ تحفۃ الأحوذی جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۳)

افسوس کہ بعض ارباب مطابع نے سنن الترندی کے ان مقامات سے یہ الفاظ اُڑادیے ہیں، اور جنہوں نے دیانت داری کا ثبوت دیاہے اُنہوں نے شروح میں بھی یہ الفاظ قائم رکھے ہیں۔

سنن ابی داود بتحقیق البانی صفحہ ۹۱۵ رقم الحدیث ۵۰۶۴ میں ہے: عن علی علیہ السلام۔ اسی طرح عزت عبید الدعاس وغیرہ کی تحقیق کے ساتھ سنن ابی داود ج ۵ ص ۱۹۴ میں اسی رقم الحدیث میں علیہ السلام کے الفاظ مرقوم ہیں اور ایساہی ''بیت الأفکار الدولیۃ'' سے شائع شدہ نسخہ میں بھی ہے۔ سنن ابی داود علامہ وحید الزمان کے ترجمہ کے ساتھ جلد ۳ صفحہ ۴۳۹ میں بھی اسی طرح ہے، جبکہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بعض مطابع والوں نے سنن ابی دواد سے یہ الفاظ اُڑادیے ہیں۔

پھر اسی طرح سنن ابی داود کی حدیث نمبر ۳۵۸۲ میں بھی "عَنْ عَلِیٍ عَلَيْهِ السلام'' لکھاہواہے۔

(سنن أبی داود، کتاب الأقضیۃ، باب کیف القضاء بتحقیق عزت عبید جلد ۴ صفحہ ۱۱ حدیث ۳۵۸۲، وبتحقیق الألبانی صفحہ ۶۴۲ حدیث ۳۵۸۲، وط: بیت الأفکار الدولیۃ، عمان، الأردن، صفحہ ۳۹۷ حدیث ۳۵۸۲)

افسوس کہ بعض مطابع سے یہ الفاظ حذف کرکے ان کی جگہ پر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لکھ دیاگیاہیں اور بعض سے توخود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بھی اڑادیاہے۔

سنن ابن ماجہ کے بعض مقامات پر بھی سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مبارک نام کے ساتھ علیہ السلام "مرقوم ہے۔

(سنن ابن ماجہ بشرح السندی جلد ۱ صفحہ ۸۶ حدیث ۱۲۱، دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۶ھ)

نوٹ:

کتب صحاح کے یہ حدیث نمبر زانٹر نیشنل نمبر نگ کے مطابق ہیں، مگر افسوس کہ بعض مطابع سے یہ الفاظ حذف کر دیے گئے، جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

امام احمد بن حنبل کے ہاں اِن الفاظ کا استعمال

امام احمد بن جنبل کی "المسند" میں بہت سے مقامات پر سیدنا علی اور سیدتنا فاطمۃ الزھراء کے اسماء مبارکہ کے ساتھ "علیہ السلام" اور "علیھا السلام" کے الفاظ ملتے ہیں، مثلاً مسند کی جلد اول صفحہ ۶ وط: جلد ا صفحہ (۸۲) رقم ۲۵ میں ہے: "فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ عَلَیْھَا السَّلَامُ "(پس فاطمہ علیہا السلام غضب ناک ہوئیں)۔

فضائل الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۹۴۹ میں بھی فاطمہ "علیھا السلام" مرقوم ہے۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰؓ کے نام اقدس کے ساتھ فضائل الصحابہ کے درج ذیل مقامات پر "علی علیہ السلام" مذکور ہے۔

(فضائل الصحابۃ جلد ۲ صفحہ ۶۹۰، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۹، ۹۵۰)

دوسری کتب حدیث میں ان الفاظ کا استعمال

امام دار قطنی کی ایک تصنیف میں ہے:

إِنَّ عَلِيًّا أَعْرَسَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.

"سیدنا علی المرتضی نے سیدتنا فاطمہ علیھما السلام کے ساتھ شادی فرمائی"۔

(أطراف الغرائب للدارقطني جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ حدیث ۳۵۹)

امام غزالی نے بھی لکھا ہے کہ:

قال لابنته فاطمة عليها السلام.

یعنی "حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ علیھا السلام سے پوچھا"۔

(إحیاء علوم الدین جلد ۲ صفحہ ۴۵)

حافظ نورالدین ھیثمیؒ نے لکھا ہے:

بَابُ مَنَاقِبِ الْحُسَيْنِ بنِ عَلِي عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

"امام حسین فرزند علی علیہما السلام کے فضائل کا باب"۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۸۵ ، وط : ج ۹،ص۲۹۷،وط:ج۱۸صفحہ ۵۲۸)

نیز مجمع الزوائد کی احادیث میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔

علامہ ابن جوزی سیدتنا فاطمۃ الزھراء اور مولیٰ علیؓ کے اسماء کے ساتھ بکثرت علیہا السلام اور علیہ السلام لکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک مقام پر ایک مختصر سی حدیث میں تین مرتبہ سیدہ کائنات کے نام کے ساتھ علیہا السلام لکھا ہے اور مولیٰ علی کے نام مبارک کے ساتھ اُن کے حالات میں اٹھارہ (۱۸) مرتبہ سے زائد "علیہ السلام لکھا ہے۔ دیکھیے۔

(صفۃ الصفوۃ جلد ۱ صفحہ ۷۷،۱۱۸ وصفحہ ۱۶۳ تا ۱۷۴)

نیز ابن جوزی نے امام حسن مجتبی اور امام حسین سید الشہداء کے اسماء مبارکہ کے ساتھ تقریباً چھ (۶) مقامات پر علیہ السلام "یا تثنیہ کے ساتھ "علیہما السلام" لکھا ہے اور ایک مقام پر امام عالی مقام کے مقدس نام کے ساتھ لکھا ہے "قُتِلَ الْحُسَيْنُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ" (یعنی امام حسین صلوات اللہ علیہ جمعہ کے روز شہید ہوئے تھے)۔

(صفۃ الصفوۃ جلد ۱ صفحہ ۳۸۵تا۳۸۷)

امام ابن جوزی نے "صفۃ الصفوۃ" دوسری جلد میں سیدتنا فاطمۃ الزھراء کے حالات میں مولیٰ علی اور سیدہ کے اسماء مقدسہ کے ساتھ تقریباً بارہ (۱۲) مرتبہ "علیہا السلام یا علیہ السلام" لکھا ہے۔ (صفۃ الصفوۃ جلد ۲ صفحہ ۵ تا۹)

امام ابن جوزی نے اپنی ایک اور تصنیف "مناقب الامام أحمد بن حنبل" میں بھی سیدنا علی المرتضیٰؓ کے نام اقدس کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے۔ (مناقب الامام أحمد بن حنبل لابن الجوزي صفحہ ۲۱۲)

علامہ ابن قیم کے ہاں ان الفاظ کا استعمال

علامہ ابن قیم کا شمار اُن حضرات میں کیا جاتا ہے جو قواعد وضوابط کے بڑے پابند سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن سیدنا علی المرتضیٰؓ کے مبارک نام کے ساتھ علیہ السلام کے الفاظ ان کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن قیم نے پانچ سطروں کے پیرا گراف میں جہاں رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ لکھا ہے وہاں علی بن ابی طالب علیہ السلام بھی لکھا ہے۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین جلد ۱ صفحہ ۲۸)

علاوہ ازیں امام حاکم نیشاپوری، امام محب الدین طبری، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرھم ائمہ حق نے اہل بیت اطہار کے اسماء مقدسہ کے ساتھ یہ الفاظ "علیھا السلام، علیہ السلام" بکثرت استعمال کیے ہیں۔

ضابطہ علماء سے اہل بیت کا استثناء

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے تلمیذ ارشد امام سخاوی اور دوسرے مصنفین نے اگرچہ علماء کرام کا وضع کردہ وہ اُصول بیان کیا ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "عزوجل" نبی کریم کے لیے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "دوسرے کسی نبی کے لیے علیہ السلام کسی صحابی یا تابعی کے لیے رضی اللہ عنہ اور کسی ولی کے لیے رحمۃ اللہ علیہ "یا" رَحِمَہُ اللہ" کے الفاظ استعمال کرنے کی تلقین فرمائی ہے؟ مگر اس کے باوجود ان حضرات نے اہل بیت خصوصاً پنجتن پاک کے اسماء مقدسہ کے ساتھ "علیہ السلام" وغیرہ کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

نوٹ:

یہ درج بالا سطور راقم الحروف کی کتاب شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہیں۔ اب ہم اس بحث کو مزید موکد کرنے کی خاطر اپنی تالیف "شرح کتاب الأربعین فی فضائل آل البیت الطاهرین" کا مطلوبہ حصہ نقل کر رہے ہیں۔ یہاں یہ خیال رہے کہ درج ذیل سطور مذکورہ کتاب کے مؤلف شیخ عبداللہ بن صالح بن محمد العبید حفظہ اللہ تعالیٰ (آف ریاض سعودیہ) سے اختلاف کرتے ہوئے قلم بند کی گئی تھیں۔ پھر اس بحث میں ضمناً کچھ اور حضرات سے بھی اختلاف کیا گیا ہے، لہذا اس بحث کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ اس تناظر میں لکھی گئی تھی۔

اہل بیت کے ساتھ " علیہ السلام " کہنے کی وجہ

چونکہ کائنات میں اہل بیت سب سے بڑھ کر بابرکت خاندان ہے، اس لیے اس مبارک خاندان پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم ہے، تاکہ اس کی بدولت بھیجنے والے کو بھی خیر وبرکت حاصل ہو۔ شاید اسی لیے نماز میں بھی درود مقرر کیا گیا، جو کہ امام شافعی، امام احمد اور دوسرے فقہاء کرامؒ کے نزدیک فرض ہے، جیسا کہ مؤلف "کتاب الأربعین في فضائل آل البیت الطاهرین" نے اس حدیث کے تیسرے فائدہ میں ذکر کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا انفراداً اہل بیت کے کسی فرد پر سلام بھیجنا جائز ہے؟ مولف مذکور نے اس حدیث کے نویں فائدے میں اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے، چنانچہ پہلے تو انہوں نے لکھا کہ "اس حدیث میں اہل بیت کے کسی

ایک فرد پر درود بھیجنے کا جواز ہے" پھر اگلے ہی جملہ میں اس کی تردید کر دی اور دلیل یہ دی کہ یہ اسلاف کا شعار نہیں رہا۔ سو چونکہ مؤلف نے یہ مسئلہ چھیڑ دیا ہے، لہذا ہم اس پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں۔

کتاب وسنت کی تصریحات کے پیش نظر تو ہر مسلمان پر صلاۃ وسلام جائز ہیں، لیکن علماء کرام نے کچھ ضوابط مقرر فرمائے ہیں اور جواز وعدم جواز کی ساری بحث انہی ضوابط پر چلتی ہے۔ جس صاحب کو اردو زبان میں یہ بحث قدرے تفصیل سے مطلوب ہو تو وہ علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف "تبیان القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۴۸ وجلد ۹ صفحہ ۵۴۷ ؛ نعمۃ الباری جلد ۳ صفحہ ۷۳۷؛ شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۱۸ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں"۔ علامہ صاحب کا موقف یہ ہے کہ انفراداً صلاۃ بھیجنا تو غیر نبی پر جائز نہیں، البتہ سلام بھیجنا جائز ہے۔ آگے چل کر ہم علامہ سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاصہ کے الفاظ نقل کریں گے۔

اس مسئلہ میں بعض معاصرین کی زیادتی

اگر کوئی شخص اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کے درپے ہوا تو لازماً وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے، اور جو لوگ اس کے عدم جواز پر زور دیتے ہیں اُن کے پاس تشبہ بالروافض کے علاوہ دوسری کوئی دلیل نہیں ہے، تاہم آگے چل کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت میں یہ وضاحت بھی آجائے گی کہ کسی قوم ومذہب کے ساتھ تشبہ کن باتوں میں ممنوع ہوتا ہے اور کن میں نہیں۔

بعض معاصرین کی شدت

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس مسئلہ میں بعض معاصرین نے شدت اختیار کی ہے، اور انہوں نے اس مسئلہ کو اپنی اُس کتاب میں درج کر دیا ہے، جس کا نام ہے "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب" لیجئے! سوال وجواب اُنہیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں:

سوال: غیر نبی کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنا اور بولنا کیسا ہے؟

جواب: منع ہے۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ مولٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت میں سوال ہوا: یا حسین علیہ السلام کہنا جائز ہے یا نہیں اور ایسا لکھنا بھی کیسا ہے اور پکارنا کیسا ہے؟ الجواب: یہ سلام جو نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے یہ (یعنی علیہ السلام کہنا لکھنا) سلام تحیت (ملاقات کا سلام) نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے بلکہ اس (یعنی علیہ السلام) سے مقصود صاحب اسم (یعنی جس کا نام ہے اُس) کی تعظیم ہے۔ عرف اہل اسلام نے اس

سلام (یعنی علیہ السلام لکھنے بولنے) کو انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام، الہذا غیر نبی و ملک (نبی اور فرشتے کے علاوہ) کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے۔ وَاللہُ تَعَالیٰ أَعْلَمُ "۔ (فتاوی امجدیہ جلد ۴ صفحہ ۲۴۵،۲۴۳)

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، لأبی البلال عطار قادری، صفحہ ۲۴۴،۲۴۳، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

فتاوی امجدیہ کے اس اقتباس میں توضیحی قوسین معاصر موصوف کی طرف سے ہیں۔ موصوف سے اس مسئلہ میں دو طرح سے شدت ہو گئی ہے:

۱۔ اولاً تو یہ کہ فتاوی امجدیہ کے الفاظ نرم ہیں، جیسا کہ آخری الفاظ "نہیں کہنا چاہیے" میں لفظ "چاہیے" سے عیاں ہے، لیکن معاصر موصوف نے صاف لکھ دیا "منع" ہے، جبکہ اہل بیت پر سلام ممنوع نہیں، مامور بہ ہے۔

۲۔ دوسری شدت اُن سے یہ ہوئی کہ انہوں نے اس مسئلہ کو اس کتاب میں درج کر دیا جو کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب پر مشتمل ہے۔ ہر چند کہ انہوں نے اس مسئلہ کو کفر نہیں بلکہ ممنوع لکھا ہے، لیکن ایسے ٹائٹل والی کتاب میں اس مسئلہ کو شامل کرنا پرلے درجے کی بے احتیاطی ہے۔

قارئین کرام! موصوف کا جس مکتب فکر سے تعلق ہے، اس مکتب فکر کے لوگوں کی عادت ہے کہ اگر اُن کے کسی عمل و معمول پر کوئی اعتراض کرے تو وہ فوراً مطالبہ کرتے ہیں کہ: "دکھاؤ اس کی ممانعت کہاں لکھی ہے؟ "لیکن نہ معلوم ایسے لوگوں کو یہ قاعدہ اس مسئلہ میں کیوں نہ یاد رہا اور انہوں نے کیوں صاف لکھ دیا کہ یہ "منع" ہے، حالانکہ کتاب و سنت میں اس کی کہیں بھی ممانعت کی تصریح نہیں آئی۔

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ کسی مسئلہ میں علماء و فقہاء کا باہم اختلاف ہونا اور بات ہے اور نصوص شرعیہ سے اُس کی ممانعت کا ثابت اور منصوص ہونا اور بات ہے۔ اگر کسی عمل کی ممانعت نص سے ثابت ہو جائے تو پھر اُس میں اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔ ممانعت کی تصریح کی تین صورتیں ہیں: کتاب و سنت اور کامل اجماع امت، چونکہ اہل بیت کرام کے اسماء مبارکہ کے ساتھ لفظ "علیہ السلام" کی ممانعت پر کتاب و سنت اور اجماع امت کی صورت میں کوئی تصریح نہیں ہے، اسی لیے یہ اختلافی مسئلہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ صاحب فتاوی امجدیہ کے الفاظ میں لچک ہے۔ انہوں نے دوٹوک انداز میں نہیں فرمایا "منع" ہے بلکہ لکھا نہیں کہنا چاہیئے۔ اُن کی اس تحریر کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اُن کا یہ انداز عالمانہ شان اور آداب اختلاف کے مطابق ہے، لہٰذا کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب کے مولف کو بھی چاہیئے تھا کہ وہ پہلے اس مسئلہ کی نزاکت کو سمجھتے پھر اس کو اپنی کتاب میں شامل کرتے۔

دعوت اسلامی کے بانیان اور دعوت اسلامی کا امیر؟

افسوس کہ جن حضرات نے دعوت اسلامی تشکیل دی اور ابو بلال صاحب کو امیر دعوت اسلامی بنایا اُن کا اہل بیت کرام علیہم السلام کے اسماء مقدسہ کے ساتھ علیہ السلام کے اثبات پر مستقل رسالہ ہے، لیکن چونکہ ابو بلال صاحب بعد میں خود ہی امیر دعوت اسلامی سے ترقی کر کے "امیر اہل سنت" بن گئے تو انہیں اُن کی امارت نے اپنے محسنین کے مستقل رسائل سے روگردانی پر مجبور کر دیا اور جس بات کے اثبات پر غزالی زماں، رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ایسے محدث مستقل رسالہ لکھ گئے اُس کو امیر اہل سنت نے بیک جنبشِ قلم ممنوع قرار دے ڈالا۔

ہر چند کہ اسلاف کرام سے اختلاف رائے بھی ہوتا ہے مگر بیک جنبش قلم نہیں بلکہ دلائل کے ساتھ ہوتا ہے، لہذا امیر اہل سنت کو چاہیئے تھا کہ پہلے وہ کاظمی شاہ صاحب جیسے غریب اہل سنت کے دلائل پیش کر کے اُن کا اُن کے دلائل سے بھی زیادہ قوی دلائل سے توڑ کرتے اور پھر ممنوع قرار دیتے لیکن وہ امیر ہی کیا جو دلائل کا محتاج ہو؟

امیر و غنی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مسئلہ نے آج کل سر نہیں اٹھایا بلکہ یہ قرون اولی سے ہی چلا آرہا ہے، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ کے بارے میں کہنا کہ یہ اسلاف کا معمول نہیں تھا، بجائے خود اس امر کی دلیل ہے کہ اُن کے دور میں یہ الفاظ زبان و قلم پر جاری تھے اور وہ تابعین کا دور تھا۔ پھر تب سے اب تک اکابرین امت کا بلا تعطل ہر دور میں اس پر عمل رہا ہے اور بشمول کتب احادیث تمام کتبِ اسلامیہ میں اہل بیت کرام کے اسماء مبارکہ کے ساتھ "علیہ السلام" کا لفظ لکھا جاتا رہا ہے اور اب تک کتب صحاح سمیت تمام کتب احادیث جو حجاز مقدس، ریاض، مصر اور بیروت وغیرہ سے شائع ہو رہی ہیں، اُن میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

یہاں اس حقیقت پر بھی توجہ رہے کہ مسائل دینیہ کا دارومدار برصغیر کے چند علماء کی کتب پر نہیں بلکہ اس کے لیے دنیا بھر کے تمام معتبر علماء اہل سنت کی کتب مأخذ و مراجع کا درجہ رکھتی ہیں۔ سو صاحب فتاویٰ امجدیہ کا "نہیں کہنا چاہیے" لکھنا اپنی جگہ مگر اس مسئلہ پر دوسرے علماء نے بھی لکھا ہے اور اُن کی تصانیف کے اردو زبان میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ نیز اس مسئلہ کے اثبات میں تردید روافض میں مشہور مصنف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک فتویٰ موجود ہے، اور اُس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ کاش ہمارے معاصر نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں درج کرنے سے قبل ایسی تحریروں کو مد نظر رکھا ہوتا! "فتاوی عزیزی" کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

سوال: تحفہ اثنا عشریہ میں صلوۃ و سلام یعنی درود و سلام بالاستقلال بارہ امام کے حق میں لکھا ہے، حالانکہ یہ امر اہل سنت والجماعت کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ اس میں اہل بدعت کی مشابہت لازم آتی ہے اور اہل سنت نے ایسی مشابہت سے پرہیز کرنا اپنے لیے لازم جانا ہے تو اس امر کے جواز کے لیے سند اہل سنت کی کتب معتبرہ سے بیان کرنا چاہیے۔

جواب: تحفہ اثنا عشریہ میں کسی جگہ صلوۃ بالاستقلال غیر انبیاء کے حق میں نہیں لکھا گیا، البتہ لفظ "علیہ السلام" کا حضرت امیر المومنین و حضرت سیدۃ النساء و جناب حسنین و دیگر ائمہ کے حق میں مذکور ہے اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ صلوۃ بالاستقلال غیر انبیاء کے حق میں درست نہیں اور لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں۔ اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص ابوداؤد و صحیح بخاری میں حضرت علی و حضرات حسنین و حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ و حضرت عباس کے ذکر مبارک کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے۔ البتہ بعض علماء ماوراء النہر نے شیعہ کی مشابہت کے لحاظ سے اس کو منع لکھا ہے لیکن فی الواقع مشابہت بدوں امر خیر میں منع ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنفیہ کی شاشی ہے۔ اس میں نفس خطبہ میں بعد حمد و صلوۃ کے لکھا ہے "وَالسَّلَامُ عَلٰی أَبِی حَنِیفَةَ وأحبابه" (یعنی سلام نازل ہو حضرت ابو حنیفہ علیہ الرحمہ پر اور آپ کے احباب پر) اور ظاہر ہے کہ مرتبہ حضرات موصوفین کا جن کا نام نامی اوپر مذکور ہوا ہے حضرت امام اعظم کے مرتبہ سے کم نہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی لفظ سلام کا اطلاق ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ لفظ "علیہ السلام" کا غیر انبیاء کی شان میں کہنا چاہیے۔ چنانچہ یہ حدیث ہے:

عَلَیْهِ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی.

یعنی "اموات کی شان میں علیہ السلام کہنا اُن کے لیے تحفہ ہے"۔ یعنی بلا تخصیص ہر میت مسلمان کے لیے لفظ علیہ السلام کا تحفہ ہے تو اہل اسلام میں غیر انبیاء کی شان میں بھی علیہ السلام کہنا شرعاً ثابت ہے، فقط۔

(فتاوی عزیزی مترجم اردو صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱)

اس عبارت میں حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بخاری اور سنن ابی داود میں اہل بیت کرام علیہم السلام کے اسماء مقدسہ کے ساتھ "علیہ السلام" کے الفاظ مرقوم ہیں۔ میں کہتا ہوں: بلکہ صحیح مسلم سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں بھی مرقوم ہیں اور امام نسائی کی کتاب خصائص علیؓ میں بھی مرقوم ہیں، جیسا کہ ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں۔

شرح خصائص علی الطبعۃ الخامسۃ صفحہ ۳۴۷ تا ۳۸۷ میں حدیث نمبر (۱۴۲) میں بھی اس مسئلہ کے عملی ثبوت میں امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دار قطنی، امام حاکم، امام ابن سعد، امام غزالی امام ابن جوزی، امام

محب الدین العمری، علامہ ابن قیم، حافظ ہیتمی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہم کے اسماء آئے تھے، اب ہم اس سلسلے میں چند مزید حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

الامام المحدث، فقیہ اعظم محسن احناف، امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عادت ہے کہ وہ اہل بیت کے اسماء مبارکہ کے ساتھ اکثر "علیہ السلام" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے احبیت (حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون) کے موضوع سے متعلقہ احادیث کے لیے ان کی مشہور تصنیف "شرح مشکل الآثار" کی ۱۳ ویں جلد کھولی تو فقت مطلوبہ احادیث کی تخریج و تطبیق میں انہوں نے سیدنا علی اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے اسماء کے ساتھ دو مقام پر "علیہما السلام" لکھا ہے، سیدہ فاطمہ کے مبارک نام کے ساتھ علیہا السلام لکھا ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بابرکت نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے۔ باقی جلدوں کا اندازہ خود لگا لیجئے۔ (شرح مشکل الآثار جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۳تا۳۲۹)

امام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی متوفی ۲۷۵ھ نے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے مبارک نام کے ساتھ "علیہا السلام" لکھا ہے۔ (معالم السنن جلد ۴ صفحہ ۱۴۴)

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ میں ابو جعفر امیر المومنین کے ہاں گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: اے ابو حنیفہ! آپ نے کن محدثین سے حدیث حاصل کی؟ وہ فرماتے ہیں: میں نے کہا:

عن حماد عن إبراهيم عن عمر بن الخطاب، وعلي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وعبد الله بن عباس، قال:
فقال أبو جعفر: بَخٍ بَخٍ، اِسْتَوْثَقْتَ يَا أَبَا حَنِيفَةَ الطَّيِّبِينَ الْمُبَارَكِينَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ.

از حماد، از ابراہیم کی سند سے حضرات عمر بن خطابؓ علی بن ابی طالبؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں: اس پر ابو جعفر نے کہا: واہ، بہت خوب! اے ابو حنیفہ "آپ نے پاکیزہ اور مبارک ہستیوں صلوات اللہ علیہم سے پنی علم حاصل کیا ہے"۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ صفحہ ۳۳۵، ۳۳۴)

یہ سلام کے بھی نہیں بلکہ صلوۃ کے الفاظ ہیں، ایسے ہی صلوۃ کے الفاظ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے لیے بھی استعمال فرمائے ہیں، جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

امام ابو اسحاق احمد المعروف ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ نے اپنی تفسیر الکشف والبیان میں اس قدر کثرت سے اہل بیت کرام کے ناموں کے ساتھ سلام کے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ احاطہ کرنا مشکل ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ آل عمران کی آیت ۴۲ کے تحت تقریباً ہر جگہ سیدہ مریم کے نام کے ساتھ "علیہا السلام" لکھا ہے، اور ایک مقام پر سیدہ مریم، سیدہ آسیہ، سیدتنا خدیجہ اور سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزھراء کے ناموں پر جمع کے ساتھ "علیھن السلام" لکھا ہے۔

پھر اسی سورت کی آیت ۶۱ کے تحت سیدین امامین حسنین کریمین کے نام ساتھ کئی **مرتبہ "علیھما السلام"** لکھا ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت ۵۵ کے تحت متعدد مرتبہ سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے۔ اسی طرح سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۲، ۱۳ کے تحت بھی ایک سے زائد مرتبہ علی علیہ السلام لکھا ہے۔

اہل حدیث علماء کے ہاں ان الفاظ کا استعمال

اہل حدیث عالم علامہ اسماعیل بن محمد الامیر صنعانی اہل بیت کے اسماء کے ساتھ بکثرت "علیہ السلام" لکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے "بلوغ المرام" کی شرح میں حدیث نمبر ۲۵۵، ۲۵۶ کے تحت دو مرتبہ لکھا ہے "حَدِيثُ عَلِي عَلَيْهِ السَّلَامُ"۔

(سبل السلام جلد ۲ صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳)

باقی سات جلدوں کے متعلق خود اندازہ فرمالیجئے۔

اہل حدیث مصنف قاضی شوکانی کثرت سے اہل بیت کے اسماء کے ساتھ یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ میرے مطالعہ کی میز پر اُن کی مشہور کتاب "نیل الاوطار" کی تیسری جلد ایک دو روز پہلے سے ہی رکھی ہوئی تھی، سامنے موجود ہونے کی وجہ سے میں نے اسے اٹھا کر کھنگالنا شروع کیا تو اُس کے صفحات ۲۰، ۵۳، ۵۵، ۲۹۵، ۳۷۹ وغیرھا پر سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ کے نام ساتھ "علیہ السلام علیہا السلام" کے الفاظ مرقوم تھے۔

اہل حدیث عالم نواب محمد صدیق حسن خان قنوجی نے غزوہ خیبر والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

فِيهِ فَضَائِلُ ظَاهِرَةٌ لِعَلِي عَلَيْهِ السَّلَامُ.

"اس میں سیدنا علی علیہ السلام کے واضح فضائل ہیں"۔

(السراج الوھاج، جلد ۹ صفحہ ۳۲۹)

ہمارے معاصر اہل حدیث مصنف علامہ عبد اللہ دانش حفظہ اللہ تعالیٰ اپنی تصانیف میں بکثرت ان الفاظ کا استعمال کرتے ہیں بلکہ انہوں نے بخاری شریف سے چالیس کے عدد کی رعایت میں مستقل ایک رسالہ لکھا ہے، اُس میں علامہ موصوف چالیس سے زائد "علیہ السلام" قلم بند فرما کر آخر میں لکھتے ہیں:

"مذکورہ تمام روایات سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم اہل بیت کے لیے " علیہ السلام" اس لیے استعمال کرتے تھے کہ دیگر تمام صحابہ کرام ﷺ سے، انہیں امتیازی شان حاصل تھی کہ وہ افراد رسول اللہ ﷺ کے گھرانے ہیں، یہ عام صحابی نہیں ہیں"۔

(أربعین علیہ السلام لقرابۃ رسول اللہ اللہ فی صحیح البخاری صفحہ ۲۳)

علامہ سعیدی رحمہ اللہ کا تبصرہ

الغرض کتب حدیث میں یہ الفاظ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اس قدر کثرت سے استعمال ہوئے ہیں کہ مشہور محدث علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ عالیہ کو فقط بخاری شریف کے متعلق ایک مقام پر یوں لکھنا پڑا:

"میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی متعدد احادیث میں مذکور ہے: فاطمہ علیھا السلام اور علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور عرف میں لفظ صلوۃ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور سلام کا معنٰی مخصوص نہیں ہے، جب کوئی شخص کہے: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے: "وعلیکم السلام، وعلیہ السلام"۔

(نعمۃ الباری جلد ۷ صفحہ ۵۳۷)

علامہ غلام رسول سعیدی انفراداً غیر انبیاء پر سلام کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ مبسوط بحث کے بعد لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلوۃ و سلام بھیجنا جائز ہے اور انفراداً اور استقلالاً بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور صرف سلام بھیجنا جائز ہے۔ یہی جمہور کا مسلک ہے اور یہی ہمارا موقف ہے"۔

(تبیان القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۵۱؛ نعمۃ الباری جلد ۳ صفحہ ۷۴۰)

ایک اور مقام پر علامہ سعیدی صاحب کو اس سے بھی زیادہ واضح انداز میں لکھنا پڑا ہم اُن کے الفاظ درج ذیل عنوان کے تحت نقل کر رہے ہیں۔

شیخ سلیم اللہ خان کا اضطراب

کراچی کے ایک عالم شیخ سلیم اللہ خان نے بخاری شریف کی اردو میں شرح کی تو اُن کے سامنے دکتور مصطفیٰ دیب البغا کی تحقیق والا نسخہ تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بیروت ومصر والے لوگ قطع وبرید وغیرہ گھناؤنے اعمال سے تقریباً مبراء ہیں، وہ کسی مصنف کی تحریر کو جوں کا توں چھاپتے ہیں اور اغلاط وغیرہ کی نشاندہی مع اصلاح فٹ لائن کے تحت کرتے ہیں۔ سوانہوں نے بخاری شریف کو جوں کا توں شائع کیا اور چونکہ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے امام بخاری سب سے زیادہ اہل بیت کے اسماء مبارکہ کے ساتھ علیہ السلام" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو شیخ سلیم اللہ خان اس کثرت سے بے چین ہو گئے اور انہیں لکھنا پڑا:

"جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ غیر نبی کے لیے "علیہ السلام" کہنا درست نہیں ہے"۔

(کشف الباری، کتاب التفسیر صفحہ ۴۲۳)

اس پر علامہ سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

"حضرات اہل بیت کے لیے علیہ السلام کا لفظ استعمال کرنا ہرگز ممنوع نہیں ہے اور یہ امام بخاری کی اہل بیت کے ساتھ محبت ہے کہ وہ ان کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں"۔

(نعم الباری جلد ۸ صفحہ ۶۴۹)

شیخ سلیم اللہ خان کے کلام کو نقل کرنے سے قبل علامہ سعیدی صاحب نے یوں بھی لکھا ہے:

"تنبیہ: امام بخاری نے حضرت علی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے، اسی طرح وہ حضرت فاطمہ کے نام ساتھ علیہا السلام لکھتے ہیں اور حضرت حسن اور حسین کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں اور یہ ان کی اہل بیت کے ساتھ محبت کی وجہ سے ہے اور باقی صحابہ کے نام کے ساتھ 'رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں"۔

کیا مطابع عربیہ پر شیعہ کا تسلط ہے؟

(نعم الباری جلد ۸ صفحہ ۶۴۸، ۶۴۹)

ایک اور مقام پر شیخ سلیم اللہ خاں اس حد تک مضطرب ہوئے کہ انہوں نے درج ذیل تبصرہ کر ڈالا:

بیروت اور مصر وغیرہ میں جو کتابیں چھپتی ہیں ان میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے ناموں کے ساتھ ترضی (رضی اللہ عنہ) کی بجائے علیہ السلام ہوتا ہے، معلوم یہ ہوتا ہے کہ طباعت کے اداروں پر شیعوں کا تسلط ہے اور وہ منصوبہ بندی کے تحت یہ کام کرتے ہیں۔ (کشف الباری، کتاب التفسیر صفحہ ۶۲۳)

سلیم اللہ خان صاحب، ڈاکٹر مصطفی دیب البغا کی تحقیق سے دار ابن کثیر دمشق سے شائع شدہ نسخہ (جس کا الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۱۴ھ، میرے سامنے موجود ہے) کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ میں پوچھتا ہوں جس مکتبہ کا نام ہی "دار ابن کثیر" ہے، کیا اُس پر شیعہ کا تسلط قرین قیاس ہے؟ علاوہ ازیں میرے سامنے بخاری شریف کے الگ الگ پانچ مطابع کے نسخے اور اُس کی شروح کے تیرہ (۱۳) نسخے موجود ہیں اور اُن سب میں عین اُس مقام پر سورۃ الذاریات کی تفسیر میں " قال علی علیہ السلام " کے الفاظ مرقوم ہیں، جہاں خان صاحب کی سنیت کو دھچکا لگا ہے۔ یہ اکثر نسخے اس صدی کے اور بعض اس صدی سے بھی پہلے سے شائع شدہ ہیں، جبکہ ہم پیچھے لکھ چکے ہیں کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ کے سامنے بخاری اور سنن ابی داود کے جو نسخے تھے، اُن میں بھی اہل بیت کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام " لکھا ہوا تھا۔ اس پورے عرصہ کو سامنے رکھتے ہوئے بتلایئے کہ جو لوگ اہل اسلام میں فقط دس فیصد ہیں، کیا ہر دور میں تمام مطابع پر اُن ہی کا تسلط رہتا ہے؟ اگر اُن کا اتنا ہی تسلط ہے تو کیا وہ فقط ترضی (رضی اللہ عنہ) کی جگہ "علیہ السلام، علیہا السلام " تک ہی محدود رہتے ہیں، کوئی اور ترمیم کیوں نہیں کرتے؟

بفرض محال اگر مصر، بیروت، دمشق اور ریاض کے مطابع پر شیعہ کا تسلط ہے لیکن شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشر فارسی، مطبوعہ مٹیا محل دہلی، اُن کی دوسری تصنیف فتاویٰ عزیزی فارسی و مترجم، اُن کی تیسری تصنیف "سر الشہادتین " مطبوعہ احباب پبلشرز لکھنو، میں جابجا اہل بیت کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام مرقوم ہے، کیا ان مقامات میں بھی مطابع پر شیعہ کا تسلط رہا ہے؟

اسی طرح علامہ عبد المنعم کی "عطاء الباری شرح بخاری " میں بھی عین اُسی مقام پر " قال علی علیہ السلام " لکھا ہوا ہے، جبکہ وہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے شائع ہوئی۔ چلئے عرب، بیروت اور دہلی وغیرہ تو آپ سے دور ہیں، ملتان تو دیار غیر میں نہیں ہے، یہاں سے ہی معلوم کر لیں کہ یہاں بھی شیعہ کا تسلط ہے؟

علماء دیوبند کے ہاں اِن الفاظ کا استعمال

خان صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں ہو گا کہ ان کے مکتب فکر کے بہت سے علماء نے اہل بیت کے اسماء کے ساتھ یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً:

مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کے مکتوبات میں سیدنا علی اور امام حسینؓ اُن کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام مرقوم ہے۔

(مکتوبات قاسم العلوم صفحہ ۲۱۶، ۲۲۴ ، مطبعہ خیابان پریس، لاہور)

شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب "منصب امامت میں مرقوم ہے: امام مہدی "علیہ السلام"۔ (منصب امامت صفحہ ۱۱۹، طیب پبلشرز)

مولانا خرم علی نے امام حسین کے مبارک نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کے الفاظ لکھے ہیں۔

(مشارق الانوار صفحہ ۵۲۵ ، نور محمد کارخانہ، کراچی)

مولا نا عاشق الٰہی میرٹھی نے یہ الفاظ سید ناامام مہدی کے مبارک نام کے ساتھ لکھے ہیں۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۲۵۱، ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں سیدنا علی اور سیدنا امام جعفر صادق کے ناموں کے ساتھ چار مقام پر "علیہ السلام" لکھا ہے اور ایک مرتبہ لفظ "اہل بیت کے ساتھ "علیہم السلام" لکھا ہے۔

(امداد الفتاوی جلد ٦ صفحہ ۳۷، ۳۸ مطبوعہ مکتبۃ دار العلوم، کراچی)

اسی طرح اُن کی ایک اور کتاب میں سیدنا امام جعفر صادق اللہ کے نام کے ساتھ "عليه السلام" مرقوم ہے۔

(کرامات صحابہ، مرتبہ مولانا احمد حسن سنبھلی صفحہ ۴۰ ، مکتبہ ادب اسلامی، لاہور)

اُن کے مشہور "ملفوظات الافاضات الیومیۃ "جلد ۲ صفحہ ۲۰۲، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان اور امداد المشتاق صفحہ ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور میں بھی یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

شیخ سلیم اللہ خان کی رہائش اور درسگاہ کراچی میں ہے اور اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ "امداد الفتاویٰ" کراچی سے شائع شدہ ہے لہذا انہیں یا ان تبعین و متوسلین کو جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں "مکتبۃ دار العلوم، کراچی" پر شیعوں نے تسلط کر کے اپنی ہیرا پھیری تو نہیں چلا رکھی؟

بریلوی علماء کے ہاں ان الفاظ کا استعمال

اب ہم پھر اپنی گذارشات کا رخ "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب" کے مؤلف کی طرف کرتے ہیں اور انہیں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ رضوی ہیں تو اچھی بات ہے لیکن انہیں اتنا سخت رضوی نہیں ہونا چاہیے، کچھ دوسروں کا خیال بھی رکھنا چاہیے، کیونکہ دوسرے رضوی اور غیر رضوی مگر سنی حضرات نے اہل بیت کے اسماء مبارکہ کے ساتھ " علیہ السلام" کے الفاظ لکھے ہیں۔ چنانچہ مولانا غلام رسول رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک پر لکھا ہے:

"حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا" ۔

اسی جلد میں آگے ایک مقام پر لکھا ہے:

"سیدہ فاطمہ علیھا السلام"۔

ایک اور مقام میں لکھا ہے: "مہدی علیہ السلام"۔ (تفسیر رضوی طبع اول جلد ۱ صفحہ ۱۵، ۴۲۰، ۴۱۸)

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک استفتاء آیا اُس میں سائل نے سیدنا امام جعفر صادق کے مبارک نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہوا تھا مگر محدث اعظم نے انہیں جواب میں ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ ملاحظہ ہو: (فتاویٰ محدث اعظم صفحہ ۵۳)

اگر اُن کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا حساس ہوتا جتنا بعض امراء اہل سنت کے نزدیک ہے کہ انہوں نے اس کو کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب میں لکھ مارا، تو وہ ضرور اس پر سائل کو متنبہ فرماتے، کیونکہ اگرچہ وہ غریب اہل سنت تھے، تاہم رضویت میں کسی امیر اہل سنت سے کم نہیں تھے۔

اعلیٰ حضرت کے ہاں اِن الفاظ کا استعمال

چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسلکاً اور مذہباً بریلوی نہیں تھے بلکہ وہ مسکناً بریلوی تھے اس لیے میں نے اُن کے موقف کو "بریلوی علماء کے ہاں ان الفاظ کا استعمال" کے عنوان سے علیحدہ کر دیا ہے۔ سو امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت تو کیا اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے لیے بھی یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیھم السلام اجمعین" (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۴۳۱، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مگر امیر اہل سنت اتنا زیادہ امیر ہیں کہ اُنہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پروا بھی نہیں کی۔ اگر انہیں ذرا بھی اُن کا لحاظ ہوتا تو وہ کم از کم ان کی "حدائق بخشش" کو تو مد نظر رکھتے۔ اُس میں ہے:

آب تطہیر سے جس میں پودے جمے اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیرالرسل سے ہے جن کا خمیر اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زہرہ طیبہ طاہرہ جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش صفحہ ۲۱۴، مسلم کتابوی، لاہور)

اسی طرح آگے مسلسل تمام اہل بیت کرام علیہم السلام کی شان میں یہی اُسلوب کارفرما ہے۔اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ایک ہی لفظ سے لاکھوں سلام بھیجیں اور امیر صاحب صاف منع لکھ دیں تو ظاہر ہے کہ غریب کو کون پوچھتا ہے، امیر ہی کی چلتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہاں ان الفاظ کا استعمال

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ الفاظ اُس عظیم محدث نے بھی لکھنا پسند فرمائے ہیں، جو دیوبندی اور بریلوی تو نہیں بلکہ دہلوی تھے مگر ان کے نام کے بغیر ہند و پاک کے کسی بھی مکتب فکر کی سند حدیث کو وجود نہیں مل سکتا، یعنی شیخ محقق الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔انہوں نے اپنی تصانیف میں یہ الفاظ اکثر استعمال کیے ہیں، چنانچہ وہ "جذب القلوب" میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

روزے حضرت رسالت پناہ ﷺ دست در دست

علی مرتضی سلام اللہ علیہ در بعضی بساتین

مدینہ میگذشت ناگاہ از میان نخلہ آواز برآمد

کہ هذَا مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْأَنْبِيَاءِ وَهَذَا عَلِيٌّ سَيِّدُ الْأَوْلِيَاء

ایک دن رسول اللہ ﷺ سیدنا علی مرتضی سَلامُ اللهِ عَلَيهِ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مدینہ منورہ کے کسی باغ سے گزرے تو اچانک کھجور کے ایک درخت سے آواز آئی یہ محمد سید الانبیاء ﷺ ہیں اور یہ علی سید الاولیاء رضی اللہ عنہ ہیں۔

(جذب القلوب فارسی صفحہ ۲۸)

اسی طرح دو صفحے آگے بسر بن ابی ارطاۃ کے حالات میں ایک بیعتِ ضلات کے ذکر میں دو مرتبہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مبارک نام کے ساتھ "سلام اللہ علیہ" کے الفاظ لکھے ہیں۔ (جذب القلوب فارسی صفحہ ۳۱)

اس سے اگلے صفحے پر لکھا ہے:

فصل از اشنع شنایع و اقبح قبایح کہ در زمان یزید پلید بن معاویہ بعد از قتل امام حسین بن علی سلام اللہ علیہما وقوع یافتہ واقعہ حرہ است.

"فصل: سیدنا امام حسین بن علی سلام اللہ علیہا کی شہادت کے بعد یزید پلید بن معاویہ کے دور میں جو بدترین اور قبیح ترین واقعہ پیش آیا وہ واقعہ حرہ ہے۔

(جذب القلوب فارسی صفحہ ۳۲)

آگے ایک مقام پر سید الساجدین امام زین العابدین کے بابرکت نام کے ساتھ یوں لکھا ہے:

عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا.

(جذب القلوب فارسی صفحہ ۳۷)

ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

و از امام جعفر صادق بسندے کہ از آبائے کرام خود دارد سلام اللہ علیہم آمدہ است.

"امام جعفر صادق سند کے ساتھ اپنے آبائے کرام سلام اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں"۔

(جذب القلوب فارسی صفحہ ۱۳۳)

شیخ ایک مقام پر اہل بیت کی تین صورتیں (اہل بیت سکنی، اہل بیت نسب اور اہل بیت ولادت) بیان کرتے ہوئے سب پر سلام کے الفاظ لائے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قَدْ خُصَّ عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ أَجْمَعِینَ بِمَزِیدِ الْفَضْلِ وَالْکَرَامَۃِ وَوُجُوبِ الْمَحَبَّۃِ وَزِیَادَۃِ الْمَوَدَّۃِ، بَلْ ھُمُ الْمَفْھُومُونَ بِالتَّبَادُرِ مِنْ إِطْلَاقِ أَھْلِ الْبَیْتِ.

"سیدنا علی، فاطمہ حسن اور حسین سلام اللہ علیہم اجمعین مزید فضیلت، عظمت، وجوب محبت اور زیادہ مودت کے لیے مخصوص فرمائے گئے ہیں بلکہ یہی وہ ہستیاں ہیں کہ لفظ اہل بیت کے اطلاق میں عقل فوری طور پر جن کی طرف جاتی ہے"۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، جلد ۹ صفحہ ۶۹۲ ، دار النوادر، دمشق)

یہی انداز شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتب میں بھی ہے، لہذا اگر "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب" کے مؤلف سند یافتہ ہوں تو وہ اپنی سند حدیث میں غور فرمائیں کہ کہیں اُن کی سند میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو نہیں؟

قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اِن الفاظ کا استعمال

قطب الاقطاب سیدنا و مرشدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی (نہ کہ بریلوی) کے ملفوظات و مکتوبات تو کیا خود ان کی تصانیف میں بھی یہ مبارک الفاظ جابجا ملتے ہیں۔ دیکھئے اُن کی مشہور تصنیف "تصفیہ مابین سنی و شیعہ"۔ اس مختصر اور مبارک رسالہ میں درجنوں مرتبہ اہل بیت کرام کے اسماء مقدسہ کے ساتھ "علیہ السلام" مرقوم و مذکور ہے اور یہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کی آخری تصنیف ہے۔

نیز مولانا محمد عمر اچھروی (المقیاس الوھابیہ صفحہ ۵۳) مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی (فتاویٰ مظہری صفحہ ۳۰۱،۳۰۶) اور دوسرے کئی حضرات نے اہل بیت کرام اللہ کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" کے الفاظ لکھے ہیں۔ ہر چند کہ یہ سب حضرات اپنے اپنے وقت میں امیر اہل سنت نہیں، غریب اہل سنت تھے، مگر باقاعدہ عالم دین ضرور تھے، لہذا اُن کا اہل بیت کرام کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کے الفاظ لکھنا، کیا کفریہ کلمات کی قسم میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ محض اس لیے کہ وہ غریب اہل سنت تھے؟

اہل بیت پر درود حضور ﷺ پر درود ہے

اس سلسلے میں امام سہیلی کا استدلال بہت خوب ہے، وہ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ مِّنِی، فَصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى فَاطِمَةَ، فَهٰذَا حَدِيثٌ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ مَنْ سَبَّهَا فَقَدْ كَفَرَ، وَأَنَّ مَنْ صَلَّى عَلَيْهَا فَقَدْ صَلَّىٰ عَلَى أَبِيهَا ﷺ

فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے، اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ پر اور سیدہ فاطمہ پر درود ہو، سو یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس نے سیدہ کو برا کہا اُس نے کفر کیا اور جس نے سیدہ پر درود بھیجا اُس نے حضور ﷺ پر درود بھیجا۔

(الروض الأنف جلد ۳ صفحہ ۴۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یہ شان تمام اہل کساء رضی اللہ عنہم کی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ان سب کو جمع کر کے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ فَاجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَرِضْوَانَكَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ.

"اے اللہ! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، لہٰذا تو اپنی صلوات اپنی رحمت اور اپنی رضا مجھ پر اور ان پر بھیج"۔

(استجلاب ارتقاء الغرف بحب أقرباء الرسول وذوي الشرف للسخاوي جلد ۲ صفحہ ۴۴۸ ،مسند فاطمۃ الزہراء للسیوطی صفحہ ۵۴ حدیث ۸۴؛ جواھر العقدین للسمھودی صفحہ ۱۹۷؛القول البدیع للسخاوي ص ۱۲۳،۱۲۴؛ الصواعق المحرقۃ صفحہ ۲۳۳؛ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۰۳)

امام نورالدین سمہودی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام فخر الدین رازی رحمۃاللہ علیہ نے فرمایاہے:

جَعَلَ اللهُ أَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ مُسَاوِينَ لَهُ فِي خَمْسَةِ أَشْيَاءَ : إِحْدَاهَا فِي السَّلَامِ، قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَقَالَ لأهل بِيْتِهِ: (سَلَامٌ عَلَى آلِ يَاسِينَ) وَالثَّانِيَةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ ، وَعَلَى الآلِ كَمَا فِي التَّشَهُدِ.

"اللہ تعالٰی نے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کو پانچ چیزوں میں آپ کے مساوی بنایاہے: اُن میں سے پہلی چیز سلام ہے، فرمایا: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ،اوراہل بیت کے حق میں فرمایا: "سلامٌ علىٰ آلِ يَاسِينَ "اور دوسری چیز نبی کریم ﷺ اور آل پر اکٹھے صلاۃ ہے، جیسا کہ التحیات میں درود شریف"۔

(جواھر العقدین فی فضل الشرفین للسمھودی صفحہ ۲۲۹)

خلاصہ یہ ہے کہ فقط امام احمد،امام بخاری،امام مسلم،امام ترمذی،امام نسائی،امام ابوداود،امام ابن ماجہ،امام طحاوی، خطیب بغدادی،امام خطابی،امام دار قطنی،امام حاکم،امام ابن سعد،امام سہیلی،امام غزالی،امام ابن جوزی،امام محب الدین طبری، علامہ ابن قیم،حافظ ہیثمی،حافظ عسقلانی،امام سخاوی،امام سمہودی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی،امام احمد رضا حنفی،امیر صنعانی، قاضی شوکانی نواب صدیق حسن قنوجی، مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ کاظمی محدث ملتانی محدث اعظم مولانا سردار احمد رضوی، مفتی مظہر اللہ دہلوی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا غلام رسول رضوی اور علامہ غلام رسول سعیدی وغیرہ کے نزدیک ہی اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء مبارکہ کے ساتھ "علیہ السلام" کے الفاظ لکھنا جائز نہیں بلکہ بعض احادیث سے بھی یہ حقیقت ثابت ہے۔

اگر یہ سب حضرات اسلاف کرام تھے اور یہ اپنی کتابوں میں اہل بیت کے اسماء مبارکہ کے ساتھ علیہ السلام لکھتے تھے تو پھر تشبہ بالروافض کی رٹ لگانا چہ معنی دارد؟ نیز جب بعض احادیث میں اہل بیت کرام کو "إنهم مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ" کا مقام دیتے ہوئے صلاۃ ورحمت میں شامل رکھا گیاہے، تو پھر "کتاب الأربعین فی فضائل آل البیت الطاہری" کے مصنف اور دوسرے علماء کا اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء کے ساتھ "علیہ السلام" لکھنے اور کہنے کو اسلاف کے شعار کے خلاف سمجھنا یا اس کو شعار اہل بدعت وروافض کے کھاتے میں ڈال کر ممنوع قرار دینا، کہاں کی دانش مندی ہے؟ آخر میں مجھ غریب اہل سنت کا بعض امراء اہل سنت کو مشورہ ہے کہ اگر وہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلایا کریں تو اُن کے حق میں بہتر ہوگا۔

آل پر درود بھیجے بغیر درود کا ناقص ہونا

دیکھئے نماز پڑھنے کا حکم اللہ ہی نے دیا اور اس کو پڑھنے اور ادا کرنے کا طریقہ نبی کریم ﷺ نے بتایا اور سکھایا، اس طرح درود پڑھنے کا حکم اللہ نے دیا اور اس کے الفاظ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے، اور اُن الفاظ میں آل کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

قولوا اللهمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ.

تم کہا کرو: اے اللہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ سلام پر درود بھیج۔

(بخاری صفحہ ۴۵۸ حدیث ۳۳۶۹؛ صحیح مسلم ۱۹۱ حدیث ۴۰۵)

اس ارشاد کو مد نظر رکھتے ہوئے جتنا بھی مختصر الفاظ میں درود پڑھا جائے اور اُس میں لفظ آل کو شامل نہ کیا جائے تو وہ درود ناقص ہوگا اور حدیث پر عمل نہیں ہوگا، لہٰذا جو لوگ تقریر و تحریر میں فقط "صلی اللہ علیہ و سلم" کہتے اور لکھتے ہیں اور وہ "آلہ" کا لفظ شامل نہیں کرتے وہ دانستہ یا نادانستہ ناقص درود پڑھتے ہیں اور یہ فرمان نبویؐ اور رضائے نبویؐ دونوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ نووی نے آل پر درود کو مندوب قرار دیا اور وجوب کی نفی کی تو اُن کی تردید میں علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے لکھا:

بَلْ نَقُولُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَاتتِم وَيَكُونُ الْعَبْدُ مُمْتَثِلاً بِهَا حَتَّى يَأْتِيَ بِهَذَا اللَّفْظِ الَّذِى فِيهِ ذِكْرُ الآلِ، لأَنَّهُ قَالَ السَّائِلُ: كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ فَأَجَابَهُ بِالْكَيْفِيَّةِ إِنَّهَا الصَّلَاةُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ، فَمَنْ لَّمْ يَأْتِ بالآلِ فَمَا صَلَّى عَلَيْهِ بِالْكَيْفِيَّةِ الَّتِي أَمَرَبِهَا فَلَا يَكُونُ مُمْتَثلاً للأمر، فَلَا يَكُونُ مُصَلِّيًا عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وسلم

بلکہ ہم کہتے ہیں آپ ﷺ پر درود مکمل نہیں ہوتا اور بندہ تعمیلِ حکم سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ الفاظ نہ لائے جن میں آل کا ذکر ہو، اس لیے کہ سائل نے پوچھا تھا ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟" تو آپؐ نے اُسے وہ کیفیت بتلائی تھی جس میں آپؐ کے ساتھ آپ کی آل پر بھی درود تھا، لہٰذا جس شخص نے آل کو شامل نہ کیا تو اُس نے آپؐ پر اس طریقہ سے درود نہ بھیجا جس کا آپؐ نے حکم دیا تھا، پس وہ آپؐ کے حکم پر عمل کرنے والا ہوگا اور نہ ہی آپؐ پر درود بھیجنے والا سمجھا جائے گا۔

(سبل السلام جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

عَلَيْهِ السَّلَامُ یا وَ آلِہ کب اور کیوں متروک ہوا؟

صحابہ وتابعین کسی حدیث کو روایت کرنے اور پھر اس کو نقل کرنے اور املا، کرانے میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ اپنی طرف سے کسی لفظ کا تو کیا کسی رمز، تشدید اور جزم وغیرہ کا اضافہ بھی نہیں کرتے تھے۔ پھر یہی طریقہ قدیم ائمہ حدیث میں آیا کہ وہ جس طرح کسی صحابیؓ اور راوی سے سنتے اور لکھتے اُسی طرح آگے چلاتے۔ اس قدر احتیاط کے باوجود کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اہل بیت کرام علیہم السلام یا صحابہ کرام ان میں سے کسی کے نام کے ساتھ " علیہ السلام" اور رضی اللہ عنہا وغیرہ انہوں نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہوگا؟ نہیں ہر گز نہیں بلکہ وہ سینہ بسینہ اور نقل در نقل اصل کو ہی آگے چلانے والے لوگ تھے۔ لہذا یہ جو قدیم کتب حدیث میں اہل بیت کرام میں سے کسی کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کا لفظ لکھا ہوا پایا جاتا ہے تو وہ کسی بہادر صحابی کا کہا ہوا لفظ ہوتا ہے، نہ کہ کسی محدث کی ذاتی اختراع

دور جبر میں " علیہ السلام "تو کیا نام لینا بھی مشکل تھا

یاد رکھئے کسی تابعی یا قدیم محدث سے ایسے الفاظ کے اضافے کا تو نہیں البتہ بوجہ جبر وخوف "علیہ السلام" یا "وآلِہ" کے حذف کا تصور ممکن ہے، کیونکہ خلافت راشدہ کے اختتام پر ایسے حالات پیدا ہوگئے تھے کہ اہل بیت کرام علیہم السلام سے محبت کا دم بھرنا تو کجا اُن کا نام لینا یا اُن کے ناموں پر اپنے بچوں کا نام رکھنا بھی آسان نہیں تھا۔ چنانچہ امام ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن شداد بن الھادؓ کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

لَوَدِدْتُ أَنِّي أَقَمْتُ عَلَى الْمِنْبَرِ مِنْ غَدْوَةٍ إِلى الظهرِ فَأَذْكُرُ فَضَائِلَ عَلِي، فَأُنْزِلُ فَيُضْرَبُ عُنُقِي.

میں چاہتا ہوں کہ منبر پر کھڑے ہو کر فجر سے ظہر تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کروں، پھر نیچے اتروں تو میری گردن ماردی جائے۔

(تاریخ دمشق جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۱ ؛ سیر أعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۸۹؛ مختصر تاریخ دمشق ۲۵۸)

امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے اُن کی اس خواہش کو باایں الفاظ میں مسترد کرنے کی کوشش کی ہے:

هَذَا غُلُوٌّ وَإِسْرَافٌ.

"یہ غلو اور فضول بات ہے"۔

(سیر أعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۴۸۹)

میں عرض کرتاہوں کہ امام ذہبی رحمہ اللہ علیہ کا یہ تبصرہ لغو اور فضول ہے۔ اگر وہ ذرا سا غور و فکر فرماتے تو اُن سے یہ غلطی سرزد نہ ہوتی۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن شدادؓ کا وصال ۸۱ھ میں ہوا، اور ظاہر ہے کہ وہ جبر کا ایسا دور تھا جس میں فضائل اہل بیت بیان کرنا آسان نہیں تھا۔ سیدنا امام حسن بصری متوفی ۱۰۱ھ تو سندِ حدیث میں بھی سیدنا علی علیہ السلام کا نام لینے سے گھبراتے تھے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ "حدیث مرسل" کی تعریف میں حضرت حسن بصریؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وَكَانَ قَدْ يَحْذِفُ إِسْمَ عَلِي رضي الله عنه بِالْخُصُوصِ أَيْضًا لِخَوْفِ الفتنة.

"اور وہ بالخصوص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک اندیشۂ فتنہ کے باعث سند سے حذف کر دیتے تھے"۔

(شرحُ شرحِ نخبۃ الفکر للقاری صفحہ ۴۰۳)

امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حضرت یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا: اے ابو سعید آپ حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو نہیں پایا؟ فرمایا: بیٹے! آپ نے ایسا سوال کیا ہے کہ ایسا سوال پہلے کسی نے نہیں کیا، اور اگر آپ کا مرتبہ میرے مد نظر نہ ہوتا تو میں تمہیں جواب نہ دیتا۔ جس دور میں ہم موجود ہیں اس کو تم اچھی طرح سمجھتے ہو، اور وہ حجاج کا دور تھا، ہر وہ حدیث جو تم نے مجھ سے سن رکھی ہے اور میں نے اس میں کہا ہے کہ: قال رسولؐ اللہ (رسولؐ اللہ ہم نے فرمایا) تو دراصل وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہوتی ہے، میں اس دور میں سیدنا علیؓ، کے نام لینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

(تدریب الراوی للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۳؛ شرح علل الترمذی لابن رجب الحنبلی صفحہ ۱۷۷؛ حیاۃ الحسن البصری للدکتورۃ روضۃ الجمال الحصری ص ۲۷۰)

امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ کمال کرتے ہیں، جبکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ اُموی دور میں کسی بچے کا نام "علی" رکھنا مشکل تھا۔ چنانچہ وہ علی بن رباح کی سوانح میں حضرت ابوعبدالرحمان المقری سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

كَانَتْ بَنُوا أُمَيَّةَ إِذَا سَمِعُوا بِمَوْلُودٍ اِسْمُهُ عَلِي، قَتَلُوهُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَبَاحًا، فَقَالَ هُوَعَلَى.

"بنوامیہ جب کسی مولود کے بارے میں سنتے کہ اُس کا نام "علی" ہے تو اُسے قتل کر دیتے تھے۔ حضرت رباح کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا: اس کا نام علی ہے"۔

(سیر أعلام النبلاء جلد ۷ صفحہ ۴۱۳، وجلد ۵ صفحہ ۱۰۲؛ تذہیب تہذیب الکمال للذھبي جلد ۶ صفحہ ۴۵۶؛ تاریخ دمشق جلد ۴۱ صفحہ ۴۸۱؛ تہذیب الکمال للمزی جلد ۲۰ صفحہ ۴۲۹؛ تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۵۹۶)

خود سوچئے کہ جبر کے ایسے ادوار میں حدیث املاء کرانے والے لوگ اہل بیت کرام علیہم السلام کے اسماء مقدسہ کے ساتھ علی الاعلان "علیہ السلام" یا "وآلہ" کے الفاظ کیسے استعمال کرتے؟ انہوں نے تقیہ اور اپنے بچاؤ کی خاطر آل پر صلاۃ لکھنا ترک کر دیا تھا چنانچہ معروف سلفی مصنف علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی اور نواب صدیق حسن خان قنوجی کتب حدیث وغیرہ سے مشہور و مختصر درود شریف "صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم" سے لفظ "وَآلِهِ" کے حذف ہونے یا کرنے کی وجوہات پر غور و فکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا أَئِمَّةُ الحَدِيثِ فَلَعَلَّ الْعُذْرَ لَهُمْ فِي عَدَمِ رَقْمِ الصَّلَاةِ على الآلِ التَّقِيَّةُ لأهل الْجَفَاوَةِ وَالضَّلَالِ الَّذِينَ عَادُوا أَهْلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَخَافُوهُمْ كُلَّ مَخَافَةٍ وَشَرَّدُوهُمْ كُلَّ مُشَرَّدٍ، كَمَا وَقَعَ فِي عَصْرِ الدَّوْلَتَيْنِ الأُمَوِيَّةِ وَالْعَبَّاسِيَّةِ..

فَافْتَقَرَ أَئِمَّةُ الْحَدِيثِ وَهِيَ (وَهُمْ، قنوجی) مِنْ (فِي قنوجی) تِلْكَ الأَعْصَارِ إِلى حَذْفِ الصَّلَاةِ عَلَى الآلِ فِي تصانيفِهِمُ الصِّغَارِ وَالكِبَارِ وفِي إِمَلانِهِمْ فِي مَجَالِس الرِّوَايَةِ عِندَ الْحَوْضِ فِي عُلُومِ الدِّرَايَةِ وَالتَّقِيَّةُ تُبِيحُ مِثل هذَا عَلَى إِنَّا تَحْمِلُ أُولِئِكَ الصَّالِحِيْنَ مِنْ ذَلِكَ السَّلَفِ مِمَّنْ صَنَّفَ فِي الْحَدِيثِ وَأَلَّفَ أَنَّهُمْ وَإِنْ حَذَفُوا الصَّلَاةَ عَلَى الْآلِ خَطًا لَا يَحْذِفُونَهَا عِنْدَ الْكِتَابَةِ لَفْظًا، ثُمَّ إِنَّهَا ذَهَبَتِ التَّقِيَّةُ وَانْقَرَضَتْ دُوَلُ تِلْكَ الْفِرَقِ (العَوِيَّةُ قنوجی) وَلٰكِنَّهُ قَدْ شَابَ عَلى ذٰلِكَ الْكَبِيرُ وَشَبَّ عَلَيْهِ الصَّغِيرُ، فَاسْتَمَرُّوا فِي الْحَذْفِ لَهُمْ جَهْلًا، وَاسْتَمَرُّوا عَلَيْهِ خَطَّاً وَقَوْلًا.

باقی رہا ائمہ محدثین کا معاملہ تو شاید انہوں نے حضور ﷺ پر صلاۃ لکھتے ہوئے جفاکار اور گمراہ لوگوں کے ظلم سے بچنے کی خاطر آل پر درود نہ لکھا ہو، کیونکہ وہ لوگ آل محمد ﷺ کے دشمن تھے، وہ انہیں ہر طریقے سے خوف زدہ کرتے تھے اور ہر لحاظ سے انہیں ہراساں کرتے تھے، جیسا کہ امویہ اور عباسیہ دور حکومت میں ہوتا رہا۔ پس اُن ادوار میں ائمہ حدیث اپنی تصانیف میں علوم روایت و درایت اور حدیث املاء کرنے کی مجالس میں آل پر حذف صلاۃ کے معاملہ میں مجبور ہو گئے، اور ایسے حالات میں اپنے بچاؤ کی خاطر ایسا کرنا مباح ہے۔ ہم اپنے ان صلحاء محدثین کرام جنہوں نے حدیث میں تصنیف و تالیف فرمائی، اور آل پر درود لکھنے کو سہواً یا عمداً حذف کر دیا انہیں وجوہات پر محمول کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگرچہ انہوں نے تحریر حذف کیا ہو گا لیکن زبان سے پڑھا ہو گا۔ پھر بیچ بچاؤ کا دور تو چلا گیا اور ظالم و گمراہ فرقوں کا اقتدار بھی ختم ہو گیا لیکن اُسی سابقہ روش پر جوان بوڑھے ہو چکے تھے اور بچے جوان ہو چکے تھے تو وہ قولاً اور تحریراً بوجہ نادانی اُسی حذف صلاۃ بر آل کی ڈگر پر چلتے رہے۔

(عون القدیر من فتاویٰ ورسائل ابن الامیر رسالۃ (جمع الشتیت شرح أبیات التثبیت) جلد ۲ صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰؛ عون الباری لحل أدلۃ البخاری للقنوجی جلد ۱ صفحہ ۲۶)

علامہ صنعانی کے مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "وَ آلِہِ " کے حذف کرنے کی جو وجہ انہوں نے بیان فرمائی ہے، اُس میں انہیں تیقّن نہیں تھا، جیسا کہ اُن کے لفظ "فَلَعَل "سے معلوم ہوتا ہے، لیکن بعد میں انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اُن ادوار میں آل پر درود نہ لکھنے کی واحد وجہ یہی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی بعد والی بعض تصانیف میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَحَّ عِندَ أهل الحديث بلا ريب كيفية الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ رُواتُها وَكَأَنَّهُمْ حَذَفُوهَا خَطَا تَقِيَّةً لِمَا كَانَ فِي الدَّوْلَةِ الأموية من يُكْرَهُ ذِكْرَهُمْ، ثُمَّ اسْتَمَرَّ عَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ مِنَ الآخرِ لِلْأَوَّلِ، وَإِلَّا فَلَا وَجْهَ لَهُ.

"اور بلاشبہ محدثین کے ہاں نبی کریم ﷺ پر صلاہ بھیجنے کا صحیح طریقہ معروف ہے، کیونکہ وہ حدیث کو روایت کرنے والے ہیں، اور گویا کہ اُنہوں نے لفظ" وَ آلِہِ "کو از روئے خطا تقیہ ترک کیا تھا، اس لیے کہ اُموی دور میں کچھ لوگ اہل بیت کے ذکر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بعد والے لوگ یکے بعد دیگرے اس لکیر پر مسلسل چلتے رہے اور لفظ" وَ آلِہِ "کے متروک ہونے کی اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں"۔ (سبل السلام جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

راقم الحروف کا استغفار و توبہ

رچند کہ نماز یا خارج از نماز آل اطہار پر صلاۃ بھیجنے کے وجوب میں ائمہ کے مابین اختلاف ہے، تاہم واجب نہ بھی ہو تو ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل میں آپ ﷺ کے ساتھ آل پر درود بھیجنا پسندیدہ ہے اور اس کو عمداً ترک کرنا یقیناً بہت بڑی سعادت سے محرومی کا سبب ہے، اور چونکہ راقم الحروف بھی عربی عبارات کے ضمن میں اس شکل "ﷺ" میں بغیر "وَ آلِہِ "کے لفظ کے درود لکھتا رہا اور اردو تحریر کے ضمن میں اس شکل "ﷺ" میں درود لکھتا رہا ہے اور اس میں لفظ" وَ آلِہِ "بھی موجود ہے۔ سو مجھ سے عربی عبارت کے ضمن میں آل پر درود بھیجنے میں جو تساہل ہوتا رہا اُس پر بارگاہِ الوہیت میں توبہ کرتا ہوں۔

اور آقا کریم ﷺ اور اہل بیت کرام علیہم السلام کی بارگاہ میں شرمندہ ہوں، معافی کا امید وار ہوں۔

مذکورہ بالا تصریحات کے بعد راقم الحروف کے استغفار کو یوں سمجھئے جس طرح علامہ محمد طارق جمیل صاحب نے علامہ حافظ محمد ظفر اللہ شفیق صاحب کی کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے تقریظی الفاظ میں استغفار کیا تھا۔ اُن کے الفاظ ہیں:

"جب مطالعہ کیا تو یہ حقیقت کھلی کہ اہل بیتؑ صرف ہماری عقیدت نہیں، ہمارا عقیدہ ہیں، جس دل میں اُن کی مودت نہیں، اُس میں ایمان نہیں، اس معرفت کے بعد میں نے غفلت میں بیتے ہوئے ایام کے لیے استغفار کیا اور ذکر اہل بیت کا اہتمام کیا"۔

(امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا صفحہ ۱۶)

سواسی طرح اس ناکارہ سے سابقہ ایام میں درود میں ' وَ آلِہِ '' کا لفظ لکھنے میں جو سستی ہوتی رہی اُس پر استغفار کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے لکھنے کا اہتمام کرتا ہوں۔

اعتذار

یہ ناکارہ جس طرح اپنی ہر تصنیف میں عرض کرتا ہے، اس میں بھی عرض کناں ہے کہ اگر کسی صاحب کو میرے موقف سے اختلاف ہو تو دلائل کے ساتھ مجھ پر اُس کا غلط یا باطل ہونا واضح فرمائیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ مجھے حق کو قبول کرنے اور غلط یا باطل سے رجوع کرنے میں متامل اور آئیں بائیں شائیں کرنے والا نہیں پائیں گے۔

اختتام و دعا

اللہ کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وسلم کے طفیل تمام مسلمانوں کو اہل بیت کرام علیہم السلام کے خصائص و امتیازات کا ادراک نصیب فرمائے اور بوجہ مذہبی تعصب اُن کے مقام و مرتبہ سے رو گرداں ہونے سے محفوظ رکھے۔

آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الرَّاشِدِينَ الْمُجْتَبِينَ.

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ